نظام خلافت

اور

مجلس شوریٰ

مرتبہ

طارق محمود بلوچ

استاد مدرسة الظفر

شوریٰ اور نظام خلافت کا باہمی تعلق

شوریٰ کا پسِ منظر، تاریخی حیثیت و اہمیت اور مقام

شوریٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

شوریٰ کے اغراض و مقاصد کے بارہ میں خلفائے سلسلہ احمدیہ کے ارشادات، فرمودات اور ہدایات

شوریٰ اور نظام خلافت کا باہمی تعلق:

آیت:

وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ص وَاَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ص وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ o

(سورۃ الشوریٰ: 39)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث:

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّہ قَالَ: لَا خِلَافَةَ اِلَّا عَنْ مَشْوَرَةٍ

(کنز العمال کتاب الخلافۃ مع الامارۃ)

ترجمہ: خلافت کا انعقاد مشورہ اور رائے لینے کے بغیر درست نہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' میرا مذہب ہے: **لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ**۔خلافت جائز ہی نہیں جب تک اس میں شوریٰ نہ ہو''۔

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 25)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دنیاوی مجالس مشاورت میں تو یہ ہوتا ہے کہ ان میں شامل ہونے والا ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ چاہے میری بات رد کردو مگر سن لو۔ لیکن خلافت میں کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں۔ یہ خلیفہ کا ہی حق ہے کہ جو بات مشورہ کے قابل سمجھے اس کے متعلق مشورہ لے۔ اور شوریٰ کو چاہیے کہ اس کے متعلق رائے دے۔ شوریٰ اس کے سوا اپنی ذات میں اور کوئی حق نہیں رکھتی کہ خلیفہ جس امر میں اس سے مشورہ لے اس میں وہ مشورہ دے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 42-43)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مشورہ لینے کا حق اسلام نے نبی کو اور اس کی نیابت میں خلیفہ کو دیا ہے مگر کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی یا خلیفہ کے سامنے تجاویز پیش کرنے کا حق دوسروں کے لئے رکھا گیا ہے کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ کسی نے اپنی طرف سے رسول کریم ﷺ کے سامنے تجویز پیش کی ہو ۔ اور اسے اپنا حق سمجھا ہو۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 7)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مکرم مولانا ابو العطا صاحب جالندھری نے اپنی رپورٹ کی ابتدا میں ایک تمہیدی نوٹ دیا تھا جس کے الفاظ یہ تھے کہ: ''سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری سمجھی گئی ہے۔ کہ تمام جماعتوں اور افراد پر اچھی طرح واضح رہے کہ مشورہ لینے کا حق نبی یا امامِ وقت کو دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے **شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ** فرمایا ہے۔ امام جس طریق پر اور جن افراد سے مشورہ لینا پسند کرے۔ اس کا اسے از روئے شریعت اختیار ہے۔ جماعتوں اور افراد کا یہ حق نہیں کہ کسی خاص طریق پر مشورہ دینے کا مطالبہ کریں۔ مجلس شوریٰ کو خلیفۂ وقت بلاتے ہیں۔ اور اس بارہ میں انہیں پورا اختیار ہے کہ جس طریق پر اور جن افراد سے اور جتنی تعداد سے مشورہ لینا چاہیں مشورہ لے سکتے ہیں۔ یہ وضاحت کرنا اس لئے ضروری سمجھا گیا تا کسی نئے احمدی کے ذہن میں مغربی طرزِ فکر کے ماتحت پارلیمنٹوں (Parliments) کے طریق پر نمائندگی کے حق کا سوال پیدا نہ ہو۔''

اس تمہیدی نوٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جہاں تک مجلس شوریٰ کا سوال ہے وہی فقرہ درست ہے جو مکرم ابو العطا صاحب نے اپنے تمہیدی نوٹ میں لکھا ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ کسی مجلس کو مشورہ کے لئے قائم کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ جماعت کا حق نہیں ہے بلکہ خلیفۂ وقت کا حق ہے۔ اگر آپ اسے جماعت کا حق فرض کر لیں تو ساتھ ہی ہمیں اس وقت یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے جماعت کو یہ حق نہیں دیا کیونکہ انہوں نے اس قسم کی مجلسِ

شوریٰ بلائی ہی نہیں اور اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت کا ایک حق مار لیا (نعوذ باللہ)، جو غلط بات ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ فوراً یہ نکلتا ہے کہ حضرت خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ 1914ء میں مسندِ خلافت پر بیٹھے اور پہلی مجلس شوریٰ 1922ء میں منعقد ہوئی۔ اگر مجلس شوریٰ کا قیام جماعت کا حق تسلیم کیا جائے تو 1914ء سے 1922ء تک آپ رضی اللہ عنہ نے قوم کو اس کا حق نہیں دیا ۔ اور یہ بالکل غلط بات ہے ان کا حق تھا ہی نہیں۔ اس لئے حق دینے یا نہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرض جہاں تک مجلس شوریٰ کا سوال ہے اسے کس شکل میں بلایا جائے اس کی نمائندگی کا کیا طریق ہو۔ انتخاب کس اصول پر ہو وغیرہ۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کا فیصلہ کرنا خلیفۂ وقت کا کام ہے اور اس کے متعلق خلیفۂ وقت مشورہ لیتا ہے۔ وہ مشورہ کے بعد اکثریت کے حق میں فیصلہ کر رہا ہو یا اکثریت کے خلاف فیصلہ کر رہا ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے لیکن بہر حال وہ مشورہ لیتا ہے اور کام کرتا ہے۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967 ،صفحہ 244 تا 247)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’خلیفہ کا طریق حکومت کیا ہو؟ خدا تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں کہ تم خلیفہ کے لئے قواعد اور شرائط تجویز کرو یا اس کے فرائض بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کے اغراض و مقاصد بتائے ہیں قرآن مجید میں اس کے کام کا طریق بھی بتادیا ہے: وَ شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ۔ ایک مجلس شوریٰ قائم کرو، ان سے مشورہ لے کر غور کرو پھر دعا کرو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کر دے اس پر قائم ہو جاؤ۔ خواہ وہ اس مجلس کے مشورہ کے خلاف بھی ہو۔ تو خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔‘‘

(منصب خلافت۔ انوارالعلوم جلد 2 صفحہ 56)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہ نہیں کہ ووٹ لیے جائیں اور ان پر فیصلہ کیا جائے بلکہ جیسا اسلامی طریق ہے کہ مختلف خیالات معلوم کیے جائیں اور مختلف تجاویز کے پہلو معلوم ہوں تا کہ ان پر جو مفید باتیں معلوم ہوں وہ اختیار کر لیں۔ اس زمانہ کے لحاظ سے یہ خیال پیدا ہونا کہ کیوں رائے نہ لیں اور ان پر فیصلہ ہو۔ مگر ہمارے لیے دین نے یہی رکھا ہے کہ ایسا ہو : فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ مشورہ لو مگر جب ارادہ کر لو تو پھر اس بات کو کر لو۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اور اسلام میں ایسا ہی ہو تا رہا ہے۔ جب ایران پر حملہ کیا گیا تھا تو دشمن نے ایک پل کو توڑ دیا اور بہت سے مسلمان مارے گئے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ اگر جلد فوج نہ آئے گی تو عرب میں دشمن گھس آئیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے طلب کی تو سب نے کہا خلیفہ کو خود جانا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی خاموشی پر خیال آیا اور پوچھا آپ کیوں چپ ہیں؟ کیا آپ اس رائے کے خلاف ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں خلاف ہوں۔ پوچھا کیوں تو کہا اس لیے کہ خلیفہ کو جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے اس کا کام یہ ہے کہ لڑنے والوں کو مدد دے۔ جو قوم ساری طاقت خرچ کر دے اور جسے مدد دینے کے لیے کوئی نہ رہے تو وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے جانے پر شکست ہو گئی تو پھر مسلمان کہیں نہ ٹھہر سکیں گے اور عرب پر دشمنوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ گئے اور انہی کی بات مانی گئی۔ تو مشورہ کی غرض ووٹ لینے نہیں بلکہ مفید تجاویز معلوم کرنا ہے۔ پھر چاہے تھوڑے لوگوں کی اور چاہے ایک ہی کی بات مانی جائے۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ طریق تھا اور یہی قرآن سے معلوم ہو تا ہے اور عارف کے لیے یہ کافی ہے۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 8 تا 13)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کثرت رائے سے اختلاف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''نمائندگانِ شوریٰ کی کثرت رائے سے اختلاف کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جہاں جہاں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدّین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے کثرتِ رائے سے اختلاف کیا تو اس اختلاف کی وجہ بیان فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اس وقت کے حاضر ممبران آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سے دلی طور پر مطمئن ہوگئے بلکہ آج بھی ہر معقول آدمی ان معاملات پر نظر ڈال کر یقیناً اس فیصلہ تک پہنچے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کثرتِ رائے کو قبول نہ کرنا نہ صرف معقول اور مناسب تھا بلکہ ایسا نہ کرنا قومی مفادات کے لئے مضر ثابت ہوتا۔ کہیں ایک جگہ بھی محقق آپ رضی اللہ عنہ کے اختلافِ رائے میں آمریت کا شائبہ تک نہ پائے گا۔ یہ تمام امور جماعت احمدیہ کے ریکارڈ میں موجود اور رسائل و جرائد میں شائع شدہ ہیں۔ اور ہر دلچسپی رکھنے والے کو دعوتِ فکر و نظر دے رہے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

اوّل: مجلسِ شوریٰ میں یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ صوبائی امیر جمعہ کے روز اگر کہیں موجود ہوں اور وہاں کا امیر مقامی کوئی اَور شخص ہو تو جمعہ کے پڑھانے کا اصل حق امیرِ مقامی کا ہو گا۔ البتہ صوبائی (Provincial)امیر، مقامی (Local) امیر کو اطلاع دے کر حسب ضرورت جمعہ پڑھا سکے گا۔ اس تجویز کے متعلق جب رائے شماری ہوئی تو اکثریت نے اس کے حق میں رائے دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اکثریت کے اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں اکثریت کی رائے درست نہیں ہے میرے نزدیک جب تک یہ عہدے الگ الگ ہیں اس وقت تک یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جہاں پراونشل (Provincial) امیر ہو وہاں اسے اپنے خیالات کے اظہار اور ان کی اشاعت کے لئے کوئی موقع حاصل ہونا چاہیے۔ مجھے تو یہ ذریعہ حاصل ہے کہ اخبار ہے اور اخبار والے میری تقریریں اور خطبے نوٹ کر کے شائع کرتے اور جماعت تک پہنچاتے ہیں مگر صوبہ کی جماعتوں کے امرا کو یہ ذریعہ حاصل نہیں کہ ایک جگہ اپنے جن خیالات کا وہ اظہار کریں وہ سارے صوبہ کی جماعتوں تک پہنچ جائے اس لئے باوجود اس کے کہ اکثریت دوسری طرف گئی ہے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اپنے صوبہ میں جہاں بھی پراونشل (Provincial)امیر ہو جمعہ کا خطبہ دینے کا حق اسے مقدم طور پر حاصل ہوگا۔ اس کی موجودگی میں اس کی اجازت سے لوکل (Local) امیر یا کوئی اور شخص خطبہ پڑھا سکتا ہے۔ ہاں جہاں پر پراونشل (Provincial) امیر موجود نہ ہو یا اس غرض کے لئے کوئی دوسرا امام مرکز سلسلہ کی طرف سے مقرر نہ ہو تو خطبہ دینے کا اوّل حق لوکل (Local) امیر کو حاصل ہو گا۔''

ثانیاً: مجلس شوریٰ میں یہ تجویز پیش تھی کہ کراچی اور لاہور اور راولپنڈی کو مقامی ضروریات کے لئے ان کے چندوں کا تیسرا حصّہ بطور گرانٹ دیا جائے۔ جماعت کے مالی حالات کے لحاظ سے یہ تجویز اپنی موجودہ صورت میں درست نہ تھی لیکن اس تجویز کو اپنے اختیارات کے تحت ردّ کرنے کی بجائے آپ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کے ناموزوں ہونے کے دلائل دیئے اور اس کے نقصان دِہ پہلوؤں کی جماعت کے نمائندگان کے سامنے وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''چندوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اگر اس تجویز کو منظور کر لیا جائے تو قریباً دو لاکھ روپیہ بجٹ آمد سے کم ہو جاتا ہے۔ ہمارا کل بجٹ بارہ لاکھ ننانوے ہزار کا ہے اور اگر یہ دو لاکھ روپیہ اس سے نکال دیا جائے تو آمد دس

لاکھ ننانوے ہزار بلکہ اس سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اور اس دس لاکھ ننانوے ہزار روپیہ کی آمد سے بارہ لاکھ ننانوے ہزار کے اخراجات چلانا کسی انجمن کی طاقت سے باہر ہے۔ درحقیقت یہ بحث اخراجات کی کمیٹی کے سامنے اٹھانی چاہئے تھی کہ اس قدر اخراجات کم کر دیئے جائیں۔ کالج بند کر دو۔ زنانہ کالج بند کردو۔لنگر خانہ بند کر دو۔ نظارت امور عامہ بند کردو۔ نظارت اصلاح و ارشاد کے کارکنوں کو رخصت کر دو اور اخراجات کے بجٹ کو دس لاکھ ننانوے ہزار پر لے آؤ۔ ورنہ یہ کہ خرچ تو وہی رکھو آمد تقسیم کر لو یہ وہی بات ہے جیسے کوئی ایک ناممکن چیز کی خواہش کرے یا جیسے بچے روتے ہیں تو کہتے ہیں ستارے دے دو۔ دس لاکھ ننانوے ہزار میں بارہ لاکھ ننانوے ہزار کے اخراجات کا بجٹ پورا کرنا بھی ستارے لانے والی بات ہے یہ ایک ناممکن العمل بات ہے اس لئے اس تجویز پر رائے دیتے وقت سوچ لیا جائے کہ آیا اس بجٹ کو نامنظور کیا جائے یا رہنے دیا جائے کیونکہ تخفیف کے بعد خرچ نہیں چل سکتا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی ضرورت ہے ۔ ٹھیک ہے اس کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی ضرورت ہو تو اس کے لئے آمد بڑھائی جانی چاہئے۔''

''دعائیں کرتے رہو اللہ تعالیٰ کو سب طاقت ہے اور وہ سب برکتیں دے سکتا ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ جب مجھے خلیفہ بنایا گیا۔ تو خزانہ مقروض تھا اور اس میں صرف اٹھارہ آنے تھے اور اب آپ کا بجٹ تحریک کے سالانہ بجٹ کو ملا کر انتیس لاکھ روپے کا ہے۔ اب دیکھو کجا اٹھارہ آنے اور کجا اُنتیس لاکھ روپیہ۔ تو اللہ تعالیٰ میں بڑی طاقت ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1957ء صفحہ 83 تا 91 از سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 201 تا 203)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مشورہ صحیح وہی نہیں ہوا کرتا جو آخر میں منظور ہو جائے بلکہ ہر وہ مشورہ(خواہ وہ مانا جائے یا نہ مانا جائے) جو دیانتداری کے ساتھ ، خلوص کے ساتھ اور نیک نیتی کے ساتھ آپ پیش کرتے ہیں وہ صحیح مشورہ ہے۔ اور میں یہاں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے مشوروں کو سننے کے بعد جب میں کسی نتیجہ پر پہنچوں اور کسی کام کے کرنے کا ارادہ اور عزم کروں تو محض اپنے رب پر توکل رکھتے ہوئے اور اس کی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں پر یہ امید رکھتے ہوئے کہ میری کوشش میں جو میں کروں یا کرواؤں، وہ برکت ڈالے گا۔ میں وہ عزم کروں اور دل میں دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ ان نیک کاموں میں ہماری راہبری بھی کرے کیونکہ مشوروں میں جہاں اس کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ وہاں عمل میں بھی اس کی ہدایت کی ضرورت ہے اور وہ ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور ان کے ایسے شاندار نتائج نکالے جو اس کی نگاہ میں بھی شاندار ہوں۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967 ء صفحہ 6)

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران آیت 160 کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اس آیت کی تلاوت میں نے اس لئے کی ہے کہ آج کل جو مارچ کا موسم ہے اس میں جماعت احمدیہ عالمگیر میں کثرت سے مجالس شوریٰ منعقد کی جاتی ہیں۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے تاخیر سے بھی کرتے ہیں مگر یہ وہ موسم ہے جس میں اکثر مجالس شوریٰ کا انعقاد ہوتا ہے اور یہ جو ادارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا میں مستحکم ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہماری کوشش ہے کہ بڑے بڑے ملکوں کے علاوہ چھوٹے ملکوں میں بھی نظام شوریٰ قائم کیا جائے کیونکہ یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت تھی کہ آپؐ مشورہ کیا کرتے تھے حالانکہ اگر انسانوں میں سے کسی کو سب سے کم مشورے کی ضرورت ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کو تھی کیونکہ خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نگہبان تھا، خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت فرمایا کرتا تھا اور اس کے باوجود مشورہ کرنا آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی جسے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک نہیں کیا۔ تو عملاً مجالس شوریٰ کا انعقاد اس زمانے میں تو تقریباً ہر روز ہی ہوا کرتا تھا یعنی جس سے بھی رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے اس سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ اس کو باقاعدہ انسٹیٹیوٹ (Institute) بنا کر جماعت احمدیہ میں رائج کیا گیا ہے اور مرکزی بات جو بنیادی بات ہے وہ میں یہ بتانی چاہتا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ کہ مشورہ تو کرنا ہے اس لئے کہ تیری بات، تیرے وجود، تیری ہر چیز سے یہ محبت کرتے ہیں اور تیرا بہت نرم دل ہے اور تیری طرف جھکے رہتے ہیں تو مشورہ سے ان کو ایمانی تقویت نصیب ہوتی ہے لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے۔ مشورہ جو بھی ہے اس سے قطع نظر کہ وہ کیا مشورہ ہے آخری فیصلہ تیرا ہے۔ پس صلح حدیبیہ کے موقع پر دیکھئے کہ تمام صحابہ کا ایک ہی مشورہ تھا کہ چاہے قتل و غارت کرنا پڑے، اپنے خون سے ہولی کھیلنی پڑے لیکن ہم ضرور خانہ کعبہ حج پر جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا پوری ہو گی جس میں کسی سال کا کوئی ذکر نہیں تھا مگر صحابہ نے یہی سمجھا کہ اسی سال یہ رؤیا پوری ہونی ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ نے تمام صحابہ کا مشورہ ترک فرما دیا، نظر انداز فرما دیا اور اس میں کوئی بھی استثنا نہیں تھا۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ جب عزم کر لیا تو پھر اللہ پر ہی توکل کے نتیجے میں صلح حدیبیہ سے ہی پھر آئندہ ساری فتوحات کی بنیاد ڈالی گئی اور عظیم الشان صلح کی شرائط تھیں جس نے اگلے زمانے کی گویا کایا پلٹ دی۔

تو اس پہلو سے میں سب شوریٰ میں شامل لوگوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ میں جو فیصلے ہوتے ہیں ان میں فیصلوں سے زیادہ لفظ مشورے کا اطلاق ہونا چاہئے جو مجلس شوریٰ کی جان ہے۔ فیصلہ ہوتا ہی کوئی نہیں۔ مشورے ہوتے ہیں اور جو کثرت رائے سے مشورے ہوں ان کو پھر امیر کی معرفت خلیفۃ المسیح کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور پھر وہاں فیصلہ ہوتا ہے۔ پس آپ بھی اس طریقے کو چمٹے رہیں کیونکہ اسی میں برکت ہے اسی میں جماعت کی زندگی کا راز ہے۔ مجلس شوریٰ ایک بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا جو خدا تعالیٰ نے یہ نظام ہمارے اندر جاری فرما کے ہمیں ایک ہاتھ پر باندھ دیا۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ہر جگہ مشورے کریں گے اور توکل اللہ پر ہی کریں گے۔ جب فیصلہ جماعت کی طرف سے کیا جائے تو پھر توکل کا مقام ہے اور خدا تعالیٰ کبھی بھی اس توکل کو ضائع نہیں فرماتا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مارچ 2000ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’جماعت احمدیہ میں مجلس مشاورت کا نظام نظامِ خلافت سے وابستہ اور اس پر منحصر ہے اور جماعت احمدیہ کے نزدیک خلیفۃ المسیح شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ کے مخاطب کی حیثیت سے جب چاہے اور جس رنگ میں چاہے مشورہ کے لیے صائب الرائے احباب کو دعوت دے سکتا ہے۔

ہر ایسے مشورہ کی ابتدا دعاؤں اور ذکر الٰہی کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ مدنظر رہے اور اس کی نصرت اور رہنمائی شامل حال رہے۔

ہر وہ شخص جسے کوئی مشورہ پیش کرنا ہو اسے پوری آزادی ہے کہ باجازت صدر مجلس بے تکلفانہ رائے کا اظہار کرے لیکن ضروری ہے کہ اس مشورہ میں اصل مخاطب حاضرین مجلس نہ ہوں بلکہ خلیفۃ المسیح ہوں۔ بعد مشورہ خلیفۃ المسیح کو پورا اختیار ہے کہ خواہ کثرت رائے کے مشورہ کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ یہ جماعت کی مجلس

مشاورت کے نظام کا اصولی خلاصہ ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 193,192)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو جماعت احمدیہ کے اس روحانی نظام کو دنیاوی پیمانوں سے جانچتے ہیں اور اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر خلیفۂ وقت کو آرا کو رد کرنے کا آخری اختیار حاصل ہے تو ایسے مشورہ کا فائدہ ہی کیا اور اس طریق مشورہ کو محض ایک پردہ سمجھتے ہیں جو گویا آمریت کو چھپائے ہوئے ہے۔ ان کے لیے مجلس مشاورت جماعت احمدیہ کی کارروائیوں کا مطالعہ یقیناً آنکھیں کھولنے کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ حیرت سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے کہ خلیفۂ وقت 99 فیصدی سے زائد مرتبہ کثرتِ رائے کی تائید کرتا ہے اور جب کثرتِ رائے سے اختلاف کرتا ہے تو ایسے قوی دلائل اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتا ہے کہ کثرت رائے ہی نہیں تمام مجلس بالاتفاق خلیفۂ وقت کی رائے کی فضیلت کی قائل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ایک ایسی مجلس مشاورت ہے جس کا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو مشوروں کو قبول یا رد کرنے کا اختیار رکھنے والا عوامی نمائندوں کی آرا سے متفق ہو یا عوامی نمائندے بشرح قلب اس فیصلہ کرنے والے کے فیصلہ سے مطمئن ہوں۔ دنیا کے پردے پر ایسے عظیم طوعی اتفاقِ نظر وفکر کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔ مزید برآں تربیت یہ کی گئی ہے اور واقعتاً اس طریق کار پر سو فیصدی عمل بھی ہے کہ جن دوستوں کی آرا کو کثرت رائے نے رد کر دیا ہو وہ آخری فیصلہ کے بعد عملدرآمد کے وقت اپنی رائے کو اتنی بھی اہمیت نہیں دیتے جو ردی کی ٹوکری میں پھینکے ہوئے ایک کاغذ کے پرزے کو ہوسکتی ہے بلکہ بلا استثنا اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ کثرت رائے کے اس فیصلہ پر بشرح صدر عمل پیرا ہو جاتے ہیں جسے خلیفۂ وقت کی منظوری حاصل ہو۔''

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 199 ,200)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''خلیفہ وقت یہ حسن ظن رکھتا ہے کہ ممبران نے بڑے غور سے سوچ سمجھ کر کسی معاملے میں رائے قائم کی ہوگی اور عموماً مجلس شوریٰ کی رائے کو اس وجہ سے من وعن قبول کر لیا جاتا ہے، اسی صورت میں قبول کر لیا جا تا ہے۔ سوائے بعض ایسے معاملات کے جہاں خلیفہ وقت کو معین علم ہو کہ شوریٰ کا یہ فیصلہ ماننے پر جماعت کو نقصان ہو سکتا ہے اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے یا اس سے ہٹ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہوئی ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ (سورۃ آل عمران آیت: 160) یعنی اور ہر اہم معاملے میں ان سے مشورہ کر (نبی کو یہ حکم ہے) پس جب کوئی فیصلہ کر لے تو پھر اللہ پر توکل کر۔ یعنی یہاں یہ تو ہے کہ اہم معاملات میں مشورہ ضروری ہے، ضرور کرنا چاہئے اور اس حکم کے تابع آنحضرت ﷺ بھی مشورہ کیا کرتے تھے بلکہ اس حد تک مشورہ کیا کرتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔

تو یہ حکم الٰہی بھی ہے اور سنت بھی ہے اور اس حکم کی وجہ سے جماعت میں بھی شوریٰ کا نظام جاری ہے۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ مشورہ تو لے لو لیکن اس مشورے کے بعد تمام آرا آنے کے بعد جو فیصلہ کر لو تو ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ یہ فیصلہ ان مشوروں سے الٹ بھی ہو۔ تو فرمایا جو فیصلہ کر لو پھر اللہ تعالیٰ

پر توکل کرو کیونکہ جب تمام چھان پھٹک کے بعد ایک فیصلہ کر لیا ہے پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر ہی چھوڑنا بہتر ہے اور جب اے نبی ! تو نے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ خود اپنے نبی کی بات کی لاج رکھے گا۔ اور انشاء اللہ اس کے بہتر نتائج ظاہر ہوں گے۔

جس طرح تاریخ میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں سے سلوک کے بارے میں اکثریت کی رائے ردّ کرکے آنحضرت ﷺ نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے مانی تھی، پھر بعض دفعہ دوسری جنگوں کے معاملات میں صحابہ کے مشورہ کو بہت اہمیت دی جنگ اُحد میں ہی صحابہ کے مشورے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گئے تھے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ خیال تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور جب اس مشورہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار بند ہو کر نکلے تو صحابہ کو خیال آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف فیصلہ ہوا ہے، عرض کی یہیں رہ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ تب آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں نبی جب ایک فیصلہ کر لے تو اس سے پھر پیچھے نہیں ہٹتا، اب اللہ پر توکل کرو اور چلو۔ پھر یہ بھی صورت حال ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی متفقہ رائے تھی کہ معاہدہ پر دستخط نہ کئے جائیں لیکن آنحضرت ﷺ نے ان سب کی رائے کے خلاف اس پر دستخط فرما دیئے۔ اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس کے کیسے شاندار نتائج پیدا فرمائے۔ تو مشورہ لینے کا حکم تو ہے تاکہ معاملہ پوری طرح نتھر کر سامنے آجائے لیکن ضروری نہیں ہے کہ مشورہ مانا بھی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں ہی ہمارا نظام شوریٰ بھی قائم ہے، خلفا مشورہ لیتے ہیں تاکہ گہرائی میں جاکر معاملات کو دیکھا جا سکے لیکن ضروری نہیں ہے کہ شوریٰ کے تمام فیصلوں کو قبول بھی کیا جائے اس لئے ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوریٰ کی کارروائی کے آخر پر معاملات زیر غور کے بارے میں جب رپورٹ پیش کی جاتی ہے تو اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ شوریٰ یہ سفارش کرتی ہے، یہ لکھنے کا حق نہیں ہے کہ شوریٰ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ شوریٰ کو صرف سفارش کا حق ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق صرف خلیفۂ وقت کو ہے۔ اس پر کسی کے ذہن میں یہ بھی سوال اٹھ سکتا ہے کہ پھر شوریٰ بلانے کا یا مشورہ لینے کا فائدہ کیا ہے، آج کل کے پڑھے لکھے ذہنوں میں یہ بھی آجاتا ہے تو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں کہ مجلس مشاورت ایک مشورہ دینے والا ادارہ ہے۔ اس کا کردار پارلیمنٹ (Parliment) کا نہیں ہے جہاں فیصلے کئے جاتے ہیں۔ آخری فیصلے کے لئے بہرحال معاملہ خلیفہ وقت کے پاس آتا ہے اور خلیفہ وقت کو ہی اختیار ہے کہ فیصلہ کرے، اور یہ اختیار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ لیکن بہرحال عموماً مشورے مانے بھی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا سوائے خاص حالات کے، جن کا علم خلیفۂ وقت کو ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض حالات میں بعض وجوہات جن کی وجہ سے وہ مشورہ رد کیا گیا ہو ان کو خلیفۂ وقت بتانا چاہتا ہو ایسی بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 196 تا 198)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جیسا کہ ہم جانتے ہیں جماعت میں مجلسِ شوریٰ کا ادارہ نظامِ جماعت اور نظام خلافت کے کاموں کی مدد کے لئے انتہائی اہم ادارہ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس سلسلہ میں بڑا اہم ہے کہ: لَاخِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ کہ بغیر مشورے کے خلافت نہیں ہے۔ اور یہ قول قرآن کریم کی ہدایت اور آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کے عین مطابق ہے۔ آپ ﷺ صحابہ سے ہر اہم کام میں مشورہ لیا کرتے تھے لیکن جیسا کہ آیت سے واضح ہے مشورہ لینے کا حکم تو ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ جو اکثریت رائے کا مشورہ ہو اسے قبول بھی کرنا ہے اس لئے

وضاحت فرما دی کہ مشورہ کے مطابق یا اسے رد کرتے ہوئے ، اقلیت کا فیصلہ مانتے ہوئے یا اکثریت کا فیصلہ مانتے ہوئے جب ایک فیصلہ کر لو، کیونکہ بعض دفعہ حالات کا ہر ایک کو پتہ نہیں ہوتا اس لئے مشورہ ردّ بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو پھر یہ ڈرنے یا سوچنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا نہ ہو جائے، ویسا نہ ہو جائے۔ پھر اللہ پر توکل کرو اور جس بات کا فیصلہ کر لیا اس پر عمل کرو۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مارچ 2006 ء ۔ الفضل انٹرنیشنل 14 تا 20 اپریل 2006 ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے پارلیمنٹ (Parliment) کی نسبت شوریٰ کے طریق کی فضیلت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''پارلیمنٹ میں یہی ہوتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ رائے نہ ملی تو گورنمنٹ ٹوٹ جائے گی۔ اس لیے سارے رائے دے دیتے ہیں تو عام طبائع ایسی نہیں ہوتیں کہ صحیح رائے قائم کر سکیں۔ اس لیے اکثر لوگ دوسروں کے پیچھے چلتے ہیں اگر کہیں کہ وہ اہل الرائے ہوتے ہیں تو بھی یہی ہوتا ہے کہ بڑے کی رائے کے نیچے ان کی رائے دب جاتی ہے اس لیے یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ہر وقت مقابلہ رہتا ہے۔ مگر شوریٰ میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ اس میں پارٹی کا خیال نہیں ہوتا...... پس چونکہ پارٹی ہوتی نہیں اور خلیفہ سب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کا تعلق سب سے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے باپ بیٹے کا۔ بھائی بھائی تو لڑ پڑتے ہیں مگر باپ سے لڑائی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ خلیفہ کا سب سے محبت کا تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ان میں لڑائی بھی ہو جائے تو وہ دور کر دیتا ہے اور بات بڑھنے نہیں پاتی۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922 ءصفحہ 16)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ میں غلطی کر سکتا ہوں۔ تو پھر خلیفہ سے غلطی کس طرح ناممکن ہے ؟ مگر پھر بھی اس کے فیصلے کو شرح صدر کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ اس اصل کو بھلا دو تو تمہارے اندر بھی تفرقہ اور تنفر پیدا ہو جائے گا۔ اسے مٹا دو اور لوگوں کو کہنے دو کہ خلیفہ غلطی کر سکتا ہے تو تم بھی پراگندہ بھیڑوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ جن کو بھیڑیئے اٹھا کر لے جائیں گے اور دنیا کی لعنتیں تم پر پڑیں گی۔ جسے خدا نے عزت دی ہے تمہارے لئے اس کی عیب جوئی جائز نہیں اگر وہ غلطی بھی کرتا ہے اور اس کی غلطی سے تمہیں نقصان پہنچتا ہے تو تم صبر کرو۔ خدا دوسرے ذریعہ سے تمہیں اس کا اجر دے گا۔ اور اگر وہ گندہ ہو گیا ہے تو جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم خدا کے آگے اس کا معاملہ پیش کرو۔ وہ اگر تم کو حق پر دیکھے گا اسے خود موت دے دے گا اور تمہاری تکلیف دور کر دے گا۔''

(الفضل 18 جولائی 1937 ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ کا محافظ خدا تعالیٰ ہے اور وہ اس سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہونے دے گا جو اصولی امور کے متعلق ہوں۔''

(الفضل 29 جولائی 1952 ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عصمت صغریٰ اسے (خلیفہ کو ۔ناقل) حاصل ہے۔ یعنی اسے مذہبی مشین کا پرزہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وعدہ کیا

گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اسے بچایا جائے گا جو تباہ کن ہوں اور خاص خطرات میں اس کی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کرے گا اور اسے دشمنوں پر فتح دے گا۔ گویا وہ مؤید من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔''

(الفرقان خلافت نمبر 1 اپریل مئی 1952ء صفحہ 5)

شوریٰ کا پس منظر، تاریخی حیثیت، مقام:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

آیت:

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(سورۃ الشوریٰ: 39)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

(سورۃ آل عمران آیت: 160)

ترجمہ: اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر ۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث:

يُرْوٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ مَشْوَرَةً لِاَصْحَابِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

(ترمذی ابواب الجهاد باب ما جاء فی المشورة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں مشورہ کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ اور خلفا تین طریقے سے مشورہ لیتے تھے:

1) جب مشورہ کے قابل کوئی معاملہ ہوتا تو ایک شخص اعلان کرتا کہ لوگ جمع ہو جائیں اس پر لوگ جمع ہو جاتے۔ عام طور پر یہی طریق رائج تھا کہ عام اعلان ہوتا اور لوگ جمع ہو کرمشورہ کر لیتے اور معاملہ کا فیصلہ رسول کریم ﷺ یا خلیفہ کردیتے............

2) دوسرا طریق مشورہ کا یہ تھا کہ وہ خاص آدمی جن کو رسول کریم ﷺ مشورہ کا اہل سمجھتے ان کو الگ جمع

کر لیتے باقی لوگ نہیں بلائے جاتے تھے۔ جن سے رسول کریم ﷺ مشورہ لیتے تھے، تاریخ سے معلوم ہوتا ہے تیس (30) کے قریب ہوتے تھے۔ رسول کریم ﷺ سب کو ایک جگہ بلا کر مشورہ لے لیتے ۔ کبھی تین چار کو بلا کر مشورہ لے لیتے۔

3) تیسرا طریق یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص معاملہ میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ دو آدمی بھی جمع نہ ہونے چاہئیں۔ علیٰحدہ علیٰحدہ مشورہ لیتے ۔ پہلے ایک کو بلا لیا۔ اس سے گفتگو کرکے اس کو روانہ کر دیا اور دوسرے کو بلالیا۔ اس سے گفتگو کر کے اس کو روانہ کر دیا اور دوسرے کو بلالیا۔ یہ ایسے وقت میں ہوتا جب خیال ہو تا کہ ممکن ہے رائے کے اختلاف کی وجہ سے دو بھی آپس میں لڑ پڑیں۔

یہ تین طریقے تھے مشورہ لینے کے اور یہ تینوں اپنے اپنے رنگ میں بہت مفید ہیں۔ میں بھی ان طریق سے مشورہ لیتا ہوں۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 6-7)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احباب جماعت سے مشورہ طلب کرنے کے بارے میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بعض امور جب پیش آتے تو آپ علیہ السلام سال میں دو تین چار بار بھی اپنے خدام کو بلالیتے کہ مشورہ کرنا ہے۔ کسی جلسے کی تجویز ہوتی تو یاد فرما لیتے، کوئی اشتہار شائع کرنا ہوتا تو مشورہ کے لئے طلب کر لیتے۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1928ء صفحہ 144)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے مثالی اسلامی معاشرہ کا تصور پیش کرتے ہوئے جو مختلف اصول بیان فرمائے ہیں ان میں ایک باہمی مشورہ کا اصول بھی ہے جیسا کہ فرمایا: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (سورۃ الشوریٰ: 39) اس مشورہ کے امر کو جماعت احمدیہ میں ایسے رنگ میں قائم کرنا جو صحیح اسلامی اقدار کے عین مطابق ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو قیامِ جماعت احمدیہ کے اولین اغراض و مقاصد میں شامل ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اہم امور میں صائب الرائے احباب سے مشورہ لینے کی سنت پر ہمیشہ کاربند رہے اور وقتاً فوقتاً عند الضرورت کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی طور پر احباب جماعت سے مشورہ لینے کا انتظام فرمایا۔ اجتماعی مشورہ کی ایک اہم مثال 1891ء میں ہمارے سامنے آتی ہے جبکہ دسمبر میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کیا گیا ۔ جماعت کی تعداد اس وقت اتنی قلیل تھی کہ جلسہ کے موقع پر صرف 75 زائرین شامل ہوئے۔ اس قلیل تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جلسہ اور مشاورت کا الگ انتظام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی جلسہ سالانہ سے مشاورت کا کام بھی لیا۔ اور جماعت احمدیہ کی اس پہلی مجلس مشاورت میں جو تجویز پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بکثرت ظاہر ہونے والے نشانات کا ریکارڈ (Record) محفوظ کرنے کی خاطر ایک ایسی انجمن بنائی جائے جو احمدی اور غیر احمدی حضرات پر مشتمل ہو۔ یہ تجویز بالاتفاق اس ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی کہ فی الحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ ''آسمانی فیصلہ'' کو جس میں یہ تجویز موجود ہے شائع کر دیا جائے۔ اس پر مخالفین سلسلہ کا عندیہ معلوم کرنے کے بعد بہ تراضیٔ فریقین مجوزہ انجمن کے ممبران مقرر کیے جائیں۔

اجتماعی مشاورت کا یہ سلسلہ باقاعدہ سالانہ صورت میں جاری نہیں کیا گیا تھا بلکہ خلافت ثانیہ کے آغاز تک ایسی مجلس حسب ضرورت بلائی جاتی رہی۔ 1922ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ باقاعدہ

سالانہ مجلس مشاورت کا نظام قائم فرمایا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 176,175)

مجلس شوریٰ کا قیام:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جہاں صدر انجمن احمدیہ کے انتظام میں اصلاح کی ضرورت کو محسوس کیا۔ وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو اس ضرورت کا بھی احساس پیدا ہوا کہ اہم ملی امور میں جماعت سے مشورہ لینے کے لئے کوئی زیادہ مناسب اور زیادہ منظّم صورت ہونی چاہئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے وسط اپریل 1922ء میں مستقل طور پر مجلس شوریٰ کی بنیاد رکھی۔

مجلس شوریٰ کے قیام سے گویا جماعتی نظام کا ابتدائی ڈھانچہ مکمل ہو گیا یعنی سب سے اُوپر خلیفۂ وقت ہے جو گویا پورے نظام کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس سے نیچے ایک طرف مجلس شوریٰ ہے اور اہم اور ضروری اُمور میں خلیفۂ وقت کے حضور اپنا مشورہ پیش کرتی ہے اور دوسری طرف اس کے متوازی صدر انجمن احمدیہ ہے جسے نظارتوں کے انتظامی صیغہ جات چلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

جماعت احمدیہ کی پہلی مجلس شوریٰ 15-16 اپریل 1922ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول (قادیان) کے ہال میں منعقد ہوئی اور اس میں 52 بیرونی اور 30 مرکزی نمائندوں نے شرکت کی۔ ہال کی شمالی جانب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے لئے میز اور کرسی بچھائی گئی تھی اور سامنے نصف دائرہ کی شکل میں نمائندے کرسیوں پر بیٹھے تھے ساڑھے نو بجے صبح کے قریب حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) نے افتتاحی تقریر فرمائی جو بارہ بجے تک جاری رہی یہ چونکہ اپنی نوعیت کی پہلی مجلس شوریٰ تھی اس لئے حضور نے تفصیل کے ساتھ اس کی ضرورت واہمیت اور اس کے طریق کار پر روشنی ڈالی اور نمائندگان کو متعدد اہم ہدایات دیں جو ہمیشہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 296)

مجلس شوریٰ کا طریق:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کا طریق کار بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”1۔ خلیفہ عام ہدایات پیش کرے گا کہ کن باتوں پر مشورہ لینا ہے اور کن باتوں کا خیال رکھنا ہے۔

2۔ اس کے بعد ہر محکمہ کے لئے سب کمیٹیاں مقرر ہو جائیں گی کیونکہ فوراً رائے نہیں دینی چاہئے بلکہ تجربہ کار بیٹھ کر سکیم تجویز کریں اور پھر اس پر بحث ہو۔ پہلے کمیٹی ضرور ہونی چاہئے جیسے معاملات ہوں ان کے مطابق وہ غور کریں۔ سکیم بنائیں پھر اس پر غور کی جائے۔ کمیٹی پوری تفاصیل پر بحث کرے اور پھر رپورٹ کرے۔ وہ تجاویز مجلسِ عام میں پیش کی جائیں اور ان پر گفتگو ہو۔

3۔ جب تجاویز پیش ہوں تو موقع دیا جائے کہ لوگ اپنے خیالات پیش کریں کہ اس میں یہ زیادتی کرنی چاہیے یا یہ کمی کرنی چاہیے یا اس کو یوں ہونا چاہیے۔ تینوں میں سے جو کہنا چاہے کھڑے ہو کر پیش کر دے۔ ان تینوں باتوں کے متعلق جس قدر تجاویز ہوں ایک شخص یا بہت سے لکھتے جائیں پھر ایک طریق یا ایک طرز کی باتوں کو لے کر پیش کیا جائے کہ فلاں یہ کمی چاہتا ہے اور فلاں یہ زیادتی۔ اس پر بحث ہو مگر ذاتیات کا ذکر نہ آئے۔ اس بحث کو بھی لکھتے جائیں۔ جب بحث ختم ہو جائے تو وہ اس وقت یا بعد خلیفہ بیان کر دے، کہ یہ

بات یوں ہو۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922 صفحہ 16-17)

مجلس شوریٰ میں عورتوں کی نمائندگی:

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سوانح فضل عمر جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:
’’ابتدا میں مستورات کی آرا معلوم کرنے کا کوئی علیحدہ انتظام نہ تھا لیکن 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حسب ذیل طریق پر اہم مسائل پر عورتوں کی آرا معلوم کرنے کا طریق معیّن فرمایا:
’’عورتوں کے حقِ نمائندگی کے متعلق میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم ہیں وہ اپنی لجنہ رجسٹرڈ کرائیں یعنی میرے دفتر سے اپنی لجنہ کی منظوری حاصل کرلیں۔ ان کو جنہیں میری اجازت سے منظور کیا جائے گا مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھیج دیا جائے وہ رائے لکھ کر پرائیویٹ سیکرٹری کے پاس بھیج دیں۔ میں جب ان امور پر فیصلہ کرنے لگوں گا تو ان آراء کو بھی مدِّ نظر رکھ لیا کروں گا۔ اس طرح عورتوں اور مردوں کے جمع ہونے کا جھگڑا بھی پیدا نہ ہو گا اور مجھے بھی پتہ لگ جائے گا کہ عورتیں مشورہ دینے میں کہاں تک مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان کی رائیں فیصلہ کرتے وقت مجلس میں سنا دی جائیں گی۔‘‘ (رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 127)
1941ء تک اسی طریق پر عمل ہو تا رہا۔ لیکن جب آپ نے اس طریق میں کئی نقص محسوس کئے تو 1941ء کی مجلس شوریٰ میں اس میں تبدیلی کرتے ہوئے حسب ذیل فیصلہ فرمایا:
’’ایک ضروری بات میں لجنہ کی نمائندگی کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں ہر سال لجنہ سے رائے لی جاتی ہے اور ہر سال اسے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور کبھی اسے مجلس شوریٰ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ میری تجویز یہ ہے کہ آئندہ مجلس شوریٰ میں ایک لجنہ اماء اللہ کا نمائندہ بھی ہوا کرے۔ اور بیرونی جماعتوں کی لجنات سے جو تجاویز پرائیوٹ سیکرٹری کو موصول ہوں وہ سب دفتر پرائیویٹ سیکرٹری لجنہ کے اس نمائندے کو پہنچا دیا کرے۔ اس نمائندے کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ہر موقع پر لجنات کی رائے بھی پیش کرتا چلا جائے اور بتائے کہ فلاں لجنہ کی اس کے متعلق یہ رائے ہے اور فلاں کی یہ رائے۔ اس طرح نہ صرف ان کی آرا کا پتہ لگ جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ بعض دفعہ کوئی لطیف اور مفید بات بھی معلوم ہوجائے۔ اور اگر اس طریق کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوا تو بھی کم سے کم اس طرح یہ پتہ لگتا رہے گا کہ ہماری جماعت کی مستورات کی دینی ترقی کا کیا حال ہے جب ان کی آرا پڑھی جائیں گی تو اس وقت معلوم ہوگا کہ بعض دفعہ تو ان کی رائے نہایت ہی مضحکہ خیز ہوگی۔ جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ فلاں فلاں معاملہ میں عورتوں کو حالات کا بالکل علم نہیں اور بعض دفعہ ان کی رائے بہت اعلیٰ ہو گی جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ فلاں فلاں معاملہ میں عورتوں کا علم زیادہ پختہ ہے۔ تو ان کی آرا پڑھے جانے پر ہماری جماعت کے دوست ساتھ ساتھ یہ موازنہ بھی کرتے چلے جائیں گے کہ ہماری عورتوں کی دماغی اور ذہنی ترقی کس طرح ہو رہی ہے اور بعض دفعہ یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ یہ دیکھ کر کہ عورتوں کی فلاں معاملہ میں جو ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے یہ رائے ہے وہ ان کا احترام کرتے ہوئے اپنی رائے بدل لیں اور انہی کے حق میں فیصلہ کردیں۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1941ء صفحہ 117-118 از سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 194 تا 196)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
’’میں جماعت کے علم میں ایک بات لانی چاہتا ہوں کہ امسال لجنہ اماء اللہ کی نمائندگی کا طریق کار تبدیل کیا گیا ہے اس سے پہلے یہ ہو تا تھا کہ مجلس لجنہ اماء اللہ کا ایک نمائندہ مردوں میں سے ان کی آواز یہاں تک پہنچاتا تھا اور یہ نمائندہ رابطہ رکھنے کے لئے اگرچہ دشواری محسوس کرتا تھا مگر وہاں سے مختصر چٹیں آجاتی تھیں اور وہ چٹیں لے کر جو کچھ بھی سمجھ سکتا تھا ان سے وہ اپنا ما فی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کرتا تھا۔
اس سلسلہ میں جو میں نے تحقیق کی ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ 1929ء میں پہلی دفعہ یہ مسئلہ جماعت کے سامنے آیا۔ 1929ء کی مجلس شوریٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ جماعت کے سامنے رکھا اور اس موضوع پر بہت لمبی بحثیں ہوئیں۔ جماعت کے چوٹی کے علما دوحصوں میں منقسم تھے اور ایک معمولی اکثریت سے سب کمیٹی نے اس تجویز کے حق میں رائے دی کہ لجنہ اماء اللہ یا احمدی مستورات کو مجلس شوریٰ میں خود بولنے کا حق ملنا چاہیے۔ اس کمیٹی کے اُنیس (19) ممبر تھے۔ نو (9)، نو (9) ، ممبر (Member) برابر بٹ گئے اور پریذیڈنٹ (President) نے اپنا ووٹ تجویز کے حق میں دیا اس طرح وہ منظوری کے لئے پیش ہوا اور وہاں بھی ایسی زبردست بحثیں ہوئیں کہ گویا وہ جماعت کا ماشاء اللہ ایک علمی کارنامہ ہے۔ دونوں طرف کے چوٹی کے علما (جن میں بہت سے صحابہ بھی شامل تھے) نے ایسے ایسے باریک نکات نکالے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کسی بھی مجلس کے لئے وہ بحث ایک قابل فخر بحث ہونی چاہیے۔ کوئی باریک سے باریک پہلو ایسا نہیں چھوڑا گیا جس پر احباب کی نظر نہ گئی ہو اور دونوں طرف سے یہ رائے پیش کی جارہی تھی (الا ما شاء اللہ) کہ نصّ صریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جماعت کی مجلس مشاورت میں عورتوں کو بولنے کا حق نہیں ملنا چاہئے اور نص صریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملنا چاہئے۔ اب یہ بھی ایک صورت حال سامنے آتی ہے۔ اس کے جو بعض دلچسپ پہلو ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔
ایک تو یہ کہ یہ واقعہ جماعت احمدیہ میں خلافت کی اہمیت کے احساس کا مظہر ہے میں نے یہ کہا کہ ’’احساس‘‘ ہے اس طرح کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کو احساس دلا رہا ہوں کہ بلکہ اطمینان دلا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں خلافت سے متعلق جو طمانیت عطا فرمائی ہے اس کے اظہار کا یہ ایک موقع تھا۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب اپنی رائے پیش کی تو دونوں طرف کے علما نے سو فیصدی حضور کے سامنے اپنی رائے چھوڑ کر سر تسلیم خم کر دیا، اور جماعت نے مکمل تعاون اور اطاعت کا ایک نمونہ دکھایا ۔ ایسا موقع اگر خلافت کے بغیر پیش آتا تو اس وقت دو فرقے پیدا ہو چکے ہوتے۔ ایک فرقہ کے نزدیک قرآن اور سنت کی رو سے عورتوں کا مردوں کی مجلس میں خطاب کرنا حرام قرار دیا جاتا اور دوسرے کے نزدیک حلال اور ضروری۔
پس یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اور اس پر غور کرنے سے ہمیں اختلافات کے اسباب سمجھ آتے ہیں۔ دراصل خلافت کی برکت کے نہ ہونے کے نتیجہ میں مذہبی قوموں میں اختلاف پیدا ہوتے ہیں۔ اگر خلافت حقہ موجود ہو تو کسی اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہو تا دونوں فریق اپنی اپنی رائے دیانتداری سے پیش کرتے ہیں اور جب خلیفہ وقت اس پر محاکمہ کرتا ہے اور فیصلہ صادر کر دیتا ہے تو پھر وہ ایک ہی قوم کی رائے بن جاتی ہے۔ قومی وحدت کی حفاظت کے لئے ایسا کامل نظام دنیا کے پردہ پر آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ اسے پڑھتے ہوئے ایک تو میرا دل حمد سے بھر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا پیارا اور پاکیزہ نظام اپنی توحید کے اظہار اور ملت میں وحدت پیدا کرنے کی خاطر ہمیں بخشا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے آیت استخلاف سے یہ نتیجہ نکالا : یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا

يُشْـرِكُوْنَ بِیْ شَيْئاً ؕ (النور آیت: 56) کہ اگر انعام خلافت تمہیں عطا ہو گا اور جب بھی عطا ہوگا تو اس کا آخری نتیجہ نکلے گا کہ يَعْبُـدُوْنَـنِـیْ لَا يُشْـرِكُـوْنَ بِیْ شَيْئاً وہ میری عبادت کریں گے اور میرے سوا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

پس جو آسمانی توحید قائم ہے وہ تو قائم ہے ہی۔ میری مراد یہ ہے کہ اس توحید کی برکت سے جماعت کو بھی ایک وحدت نصیب ہوگی اور ساری جماعت کا ایک ہی رُخ ہو گا۔

اس مسئلہ میں جو دوسرے امور قابل ذکر ہیں ان میں ایک نہایت ہی لطیف حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے پیش کیا آپ کی نگاہ نہایت باریک بین تھی اور اس نکتہ کو پیش کرنے میں آپ منفرد تھے۔

آپ نے فرمایا کہ مجلس شوریٰ کی دوحیثیتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خلیفۂ وقت کو مخاطب کر کے مشورہ دیتی ہے اس حیثیت سے تو حق کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا اور یہ جو خطرات ظاہر کئے گئے ہیں کہ عورتوں کی اکثریت ہو جائے گی اور وہ فیصلوں کو کھینچ کر اپنی طرف لے جائیں گی یہ بالکل لغو اور بے معنی بات ہے کیونکہ اسلامی نظام شوریٰ میں تو صرف مشورہ ہی دیا جا تا ہے۔

لیکن شوریٰ کی ایک حیثیت یہ بھی ہے کہ خلیفۂ وقت فوت ہو جائے تو دوسرے خلیفہ کے انتخاب میں مجلس شوریٰ کو ایک کردار ادا کرنا ہوتا ہے اس وقت تک یہی شکل تھی۔ تو مجلس شوریٰ کی یہ حیثیت ایسی ہے جس پر غور ہونا چاہیے اور پہلی حیثیت کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رکھتی۔ اس وقت یہ دیکھنا پڑے گا کہ مستورات کو اگر نمائندگی دی جائے تو کس حد تک دی جائے؟

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو محاکمہ فرمایا وہ بہت دلچسپ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جو دونوں طرف سے بحث اٹھائی گئی ہے یعنی نص صریح سے حرام ہونا یا نص صریح سے ضروری ہونا قرار دیا گیا ہے یہ دونوں باتیں بالکل بے محل اور بے معنی ہیں۔ نص صریح سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ نہ قرآن کریم روک رہا ہے نہ اس کا حکم دے رہا ہے بلکہ یہ ایک عقلی مسئلہ ہے اور اس نوعیت کا ہے کہ اگر اسلام نے عورت کو ایک حق سے محروم نہ کیا ہو اور جماعت اسے اس حق سے محروم کر دے گی تو اس کے نتیجہ میں جو خطرناک رجحانات بعد میں پیدا ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ کسی زمانہ میں دنیا کی عورت ایسے احکامات کے خلاف بغاوت کرے جو خدا تعالیٰ کے نہیں ہیں بلکہ بندوں کے بنائے ہوئے احکامات ہیں تو اس صورت میں اس کی ساری ذمہ داری ہمیشہ کے لئے اس مجلس شوریٰ پر پڑے گی۔ پس آپ نے بڑی عظیم الشان اور نہایت پر شوکت رنگ میں تنبیہہ کی۔

دوسری طرف آپ نے بڑے عزم کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ جہاں تک قرآنی احکامات کا تعلق ہے ان کے نفاذ میں میرے دل میں خوف کا شائبہ تک نہیں کہ قرآنی احکام کے نفاذ میں عورتیں اگر کوئی بغاوت کرتی ہیں تو اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ہمیں کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوگی یہ اللہ کے کام ہیں ہم دیانتداری سے یہ فیصلہ کریں گے کہ اللہ کی مرضی کیا ہے۔ وہ مرضی لازماً نافذ کی جائے گی اس کے نتیجہ میں اگر دنیا کی آزاد خیال عورتیں متنفر ہوتی ہیں یا بھاگتی ہیں تو ہم ذمہ دار نہیں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور وہی ان کے نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے اور اسی کو طاقت ہے کہ وہ ان کو نافذ کرے۔

پس آخری بات یہ ثابت ہوئی کہ یہ ایک عقلی مسئلہ ہے اور شریعت کے نام پر عورتوں کو نمائندگی کے حق سے محروم کرنا بہرحال جائز نہیں ہے اور جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے کا تعلق ہے وہ

اس محاکمہ سے یہی معلوم ہوتی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ یہ محسوس فرما رہے تھے کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ جب عورت کو اس قسم کے معاملات میں مردوں کے ساتھ شامل کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے طور پر سب سے پہلی اجازت جو آپ رضی اللہ عنہ نے مستورات کو دی وہ اسی مجلس میں عمل میں لائی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مستقل دستور نہیں بنایا بلکہ فرمایا کہ فی الحال پہلے دستور کو جاری رہنے دیا جائے لیکن کسی کو یہ وہم ہو کہ شاید خلاف شرع ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لجنہ اماء اللہ کی نمائندگان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بولیں لیکن کوئی نمائندہ نہیں بولا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے شاید یہ محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے یہ خیال ہو کہ اپنے گھر کی مستورات کی آواز سننا شائد انہیں ناگوار گزرے اور مراد یہ ہے کہ کوئی بولے۔ تو اس وہم کو دور کیا اور فرمایا کہ میں اپنے گھر کی مستورات کو بھی کہتا ہوں کہ وہ بولنا چاہیں تو وہ بھی بولیں۔ پھر بھی خاموشی رہی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو! ہمیشہ کے لئے تم ایک تاریخ بنا رہی ہو۔ مرد تمہارے حق میں بول رہے ہوں اور تم اپنے حق کو استعمال کرنے میں شرماؤ تو اس طرح تم ثابت کر دو گی کہ ہم اس بات کی اہل نہیں ہیں اس لئے میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں اور چند منٹ دیتا ہوں اس کے اندر اندر بولنا ہے تو بول لو۔

چنانچہ وہ پہلی تاریخی عورت جس نے اس مجلس شوریٰ میں حصہ لیا وہ استانی نمونہ تھیں جو لجنہ اماء اللہ کی بڑی ہی سرگرم کارکن تھیں اور ہمارے ایک واقف زندگی وکیل ملک غلام احمد صاحب عطا کی والدہ تھیں انہوں نے پھر ایک دو منٹ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

پس ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پہلی مجلس مشاورت ہو گی جس میں عورت نے براہِ راست خطاب کیا ہو بلکہ تیسری مجلس مشاورت ہوگی۔ پہلی وہ تھی، دوسری وہ مجلس شوریٰ جو بیرونی دنیا کے نمائندگان پر مشتمل تھی جو کہ اسی جلسہ سالانہ پر منعقد ہوئی تھی۔ اس میں امریکہ اور افریقہ کی بعض نمائندہ خواتین نے براہِ راست اپنے مافی الضمیر کو پیش کیا تھا اور یہ یعنی موجودہ شوریٰ تاریخ احمدیت میں تیسری مجلس شوری ہے اور آئندہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اسی طریق کو جاری رکھا جائے گا۔

اس سلسلہ میں غلط فہمی جو گزشتہ بحث کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے وہ دُور ہونی چاہئے۔ اور وہ اشارتاً تو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمادی لیکن کھل کر اس پر گفتگو نہیں ہوئی۔ اسلامی نظام شوریٰ عورت یا مرد کے مشورہ دینے کے حق کی بات ہی کہیں نہیں کرتا۔ بلکہ شوریٰ سے متعلق دو طرح کے اظہار ہیں۔ ایک ہے شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ اس میں مشورہ لینے والے کو حکم ہے یعنی اسے جو یا خود رسول ہو یا رسول کی مسند خلافت پر بیٹھا ہو اس کی نمائندگی میں اسے ظلی طور پر یہ آیت مخاطب کرے گی۔ اس کے لئے حکم ہے فرض ہے کہ وہ لازماً مشورہ لے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کا تعلق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ لینے کی سب سے کم ضرورت تھی دنیا میں آج تک کبھی کوئی انسان مشورہ سے اتنا مستغنی نہیں ہوا جتنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے کیونکہ جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے اپنی صلاحیتوں کا اور فطرت کی جلا کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ تو ایسا نور تھا جو آسمانی شعلہ نور نازل نہ بھی ہوتا تب بھی بھڑک اٹھنے کے لئے تیار تھا یعنی آپ کی فطرت کامل طور پر پاکیزہ تھی۔

درحقیقت تقویٰ ہی عقل کا دوسرا نام ہے تو کامل متقی انسان جو اپنی بناوٹ کے لحاظ سے ایسا متقی ہو کہ اس پر الہام کا نور نازل نہ بھی ہوا ہو تب بھی وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہو لازمی بات ہے کہ وہ دنیا میں سب سے کم مشورہ کا محتاج ہوتا ہے اور پھر یہ نور علیٰ نور ہو کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے الہام کا شعلہ نازل ہو چکا ہو

اور اسے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ بنا دیا ہو تو اسے مشورہ کی کیا ضرورت تھی۔

چنانچہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ جو فیصلہ دیا وہی درست ثابت ہوا اور جہاں بھی مشورہ قبول نہیں کیا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیصلے درست ثابت ہوئے جہاں مشورہ قبول کیا لیکن یہ فرما کر کہ میری ذاتی رائے یہ نہیں تھی لیکن تم لوگوں کی وجہ سے میں مانتا ہوں وہ رائے غلط نکلی اور آنحضرت ﷺ کی رائے درست ثابت ہوئی۔

پس اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ بظاہر آنحضرت ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن اس سے بعد میں آنے والوں کو پابند کیا گیا ہے۔ یہ آیت یہ مضمون پیش کرے گی کہ اے بنی نوع انسان! دنیا میں وہ ایک شخص جو مشورہ لینے سے مستغنی قرار دیا جا سکتا تھا میں اسے بھی پابند کر رہا ہوں اس لئے بعد میں آنے والے کم تر انسان یہ وہم ہی دماغ سے نکال دیں کہ وہ بغیر مشورہ کے میرے منشا کے مطابق فیصلہ کر سکیں گے۔ لیکن ساتھ ایک ضمانت بھی دے دی۔ فرمایا: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۔ کہ فیصلہ کی ذمہ داری اس نمائندہ پر ہو گی جو رسالت کا نمائندہ ہے اور مشورہ صرف اتنی حیثیت رکھے گا کہ فیصلہ کرنے والے تک ایک رائے پہنچ جائے۔ اس کے بعد چونکہ اس کے حکم کی اطاعت ہوگی اور پوری دیانتداری سے مشورہ لیا ہو گا تو پھر قرآن کریم اسے کہیں بھی مجلس شوریٰ کا فیصلہ قرار نہیں دیتا بلکہ فرماتا ہے۔ ''فَاِذَا عَزَمْتَ'' پھر فیصلہ تو ایک وجود نے کرنا ہے اور ہم تجھے یقین دلاتے ہیں کہ اس فیصلہ میں ہم تیرے ساتھ ہوں گے فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ پھر اپنے اللہ پر بھروسہ رکھو اور جو فیصلہ ہو گا خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا اور تیرے ساتھ ہوگا یہ ہے اسلامی مجلس شوریٰ۔

پس یہ ساری بحثیں کہ عورت کا حق ہے یا نہیں یہ ساری باتیں لغو ہیں نہ مرد کا حق ہے نہ عورت کا حق ہے بلکہ خلیفہ وقت کا فرض ہے کہ وہ مشورہ طلب کرے۔ کن حالات میں اور کس طرح طرح طلب کرے؟ سنت نبوی سے یہ ثابت ہے کہ مختلف حالات میں مختلف طریق پر مشورے طلب کئے جاتے رہے۔ ایک جگہ یہ اعتراض کیا گیا کہ عورتوں اور مردوں سے اکٹھا مشورہ نہیں لیا گیا۔ ایسی مجلس شوریٰ نہ وہاں قائم تھی اور نہ کوئی ایسا موقع پیش آیا بلکہ ایسے مواقع پیش آتے رہے کہ مرد اور عورتوں کے معاملات الگ الگ ہوتے رہے اور ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ طلب فرماتے رہے لیکن صلح حدیبیہ کے مقام پر جب مردوں نے ایک معاملہ میں ایسے حالات میں کہ ان کے قبضۂ قدرت میں بات نہیں رہی تھی ایسا طریق اختیار کیا کہ آنحضرت ﷺ کے دل کو اس سے سخت صدمہ پہنچا تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت ہی سے مشورہ کیا یعنی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور عورت ہی کا مشورہ سچا ثابت ہوا۔ اس لئے عورت کے مشورہ کو نظر انداز کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پس جہاں تک اکٹھے مشورہ کا سوال ہے وہاں صرف یہ بحث اٹھتی تھی کہ ان مشوروں میں مرد کو عورت کی آواز سننی چاہئے یا نہیں تو وہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجالس میں عورتیں حاضر ہوئیں انہوں نے اپنے مسائل بلکہ نجی مسائل پیش کئے اور ان کے راوی مرد موجود ہیں وہ گواہ کے طور پر تو نہیں بلائے گئے تھے بلکہ وہ اس مجلس میں خود موجود ہوتے تھے۔ عورتیں حاضر ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کیا کرتی تھیں پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا عام پبلک سے جو خطاب ہے وہ بھی تاریخ کا ایک حصہ ہے اس لئے یہ سارے توہمات ہیں۔

پس اصل بات یہی ہے کہ خلیفۂ وقت پابند ہے کہ وہ مشورہ لے اور حسب حالات جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے محاکمہ فرمایا تھا۔ خلاصہ کلام یہ بنتا ہے کہ یہ عقلی مسئلہ ہے حالات کے مطابق عورت کا مشورہ

نئی نئی شکلیں اختیار کرتا چلا جائے گا صرف ایک پہلو یہ باقی رہ جاتا ہے کہ عورت کے حق کا سوال نہیں بلکہ اس کو نمائندگی کس طریق پر دی جائے بحث یہ نہیں ہوگی کہ عورت کو نمائندگی کا حق کس طرح استعمال کرنا ہے بلکہ یہ کہ عورت سے مشورہ لینے کے لئے مجلس شوریٰ میں کیا طریق اختیار کیا جائے۔ میرے نزدیک اس کے لئے کسی تعداد کی تعیین کی ضرورت نہیں بلکہ خلیفۂ وقت حسب حالات جتنی مستورات کو جس شکل میں نمائندہ کے طور پر بلانا چاہے وہ بلاتا رہے گا اور اس کے لئے کسی قاعدہ کی ضرورت نہیں ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1983ء صفحہ 49 تا 56)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میری طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ کون سا کام کریں جس سے دنیا میں ہدایت پھیلے...... وہ دن یا وہ سال جس میں جماعت کا قدم آگے نہ ہو میرے لیے دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے...... میری نظر اس بات پر پڑ رہی ہے کہ ہماری جماعت نے آج ہی کام نہیں کرنا بلکہ ہمیشہ کرنا ہے۔ دنیا کی انجمنیں ہوتی ہیں جو یہ کہتی ہیں آج کام کرکے دکھا دو اور لوگوں کے سامنے رپورٹ (report) پیش کر دو، مگر میں نے رپورٹ خدا کے سامنے پیش کرنی ہے ۔ اور خدا کی نظر اگلے زمانوں پر بھی ہے ۔ اس لیے مجھے یہ فکر ہوتی ہے کہ آج جو کام کررہے ہیں یہ آئندہ زمانے کے لیے بنیاد ہو۔ ہمارا کام یہ نہیں کہ دیکھیں ہمارا کیا حال ہو گا بلکہ یہ ہے کہ جو کام ہمارے سپرد ہے اسے اس طریق پر چلائیں کہ خدا کو کہہ سکیں کہ اگر بعد میں آنے والے احتیاط سے کام لیں تو تباہ نہ ہوں گے۔ پس مجھے آئندہ کی فکر ہے اور میری نظر آئندہ پر ہے کہ ہم آئندہ کے لیے بنیاد رکھیں۔ جس کی نظر وسیع نہیں اسے تکلیف نظر آرہی ہے۔ مگر اس کی آئندہ نسل ان لوگوں پر جو یہ بنیادیں رکھیں گے درود پڑھے گی ...... وہ زمانہ آئے گا جب خدا ثابت کر دے گا، کہ اس جماعت کے لیے یہ کام بنیادی پتھر ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 20)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کے منصب اور جماعتی نظام میں اس کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''خلیفۂ وقت نے اپنے کام کے دو حصے کیے ہوئے ہیں ایک حصہ انتظامی ہے اس کے عہدیدار مقرر کرنا خلیفہ کا کام ہے...... دوسرا حصہ خلیفہ کے کام کا اصولی ہے اس کے لیے وہ مجلس شوریٰ کا مشورہ لیتا ہے۔ پس مجلس معتمدین انتظامی کاموں میں خلیفہ کی ایسی ہی جانشین ہے جیسی مجلس شوریٰ اصولی کاموں میں خلیفہ کی جانشین ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کے منصب اور جماعتی نظام میں اس کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''مجلس شوریٰ ہو یا صدر انجمن احمدیہ، خلیفہ کا مقام بہر حال دونوں کی سرداری ہے۔ انتظامی لحاظ سے وہ صدر انجمن احمدیہ کا رہنما ہے اور آئین سازی اور بجٹ کی تعیین کے لحاظ سے وہ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے لیے بھی صدر اور راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔''

(الفضل 27 / اپریل 1938ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کے فیصلوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''مجلس شوریٰ میں جو فیصلہ ہوتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خلیفہ کا فیصلہ ہے کیونکہ ہر امر کا فیصلہ مشورہ لینے کے بعد خلیفہ ہی کرتا ہے اس لیے ان فیصلوں کی پوری پوری تعمیل ہونی چاہیے۔ جب تک کام کرنے والوں میں یہ روح نہ ہو کہ جو حاکم ہو اس کے احکامات کی اطاعت کی جائے اس وقت تک ان کے حکم کا بھی کوئی احترام نہیں کرے گا۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930 ءصفحہ 36)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آج بے شک ہماری مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی مگر وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمنٹوں (Parliments) کے ممبروں (Members) کو وہ درجہ حاصل نہ ہو گا جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصلہ ہو گا۔ کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمنٹیں (Parliments) آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری (Membership) بہت بڑی عزت ہے اور اتنی بڑی عزت ہے کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی تو وہ بھی اس پر فخر کرتا اور وہ وقت آئے گا جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1928 ءصفحہ 15)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

''نظام خلافت کے بعد دوسرا اہم اور مقدس ادارہ جماعت میں شوریٰ کا ادارہ ہی ہے۔ اور جب خلیفہ وقت اس لئے بلا رہا ہو اور احباب جماعت بھی لوگوں کو اپنے میں سے منتخب کر کے اس لئے بھیج رہے ہوں کہ جاؤ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دنیا میں پھیلانے، احباب جماعت کی تربیت اور دوسرے مسائل حل کرنے اور خدمت انسانیت کرنے کے لئے خلیفہ وقت نے مشوروں کے لئے بلایا ہے اس کو مشورے دو تو کس قدر ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 196)

شوریٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''افسوس ہے کہ بعض لوگ پہلے مشورہ نہیں لیتے۔ مشورہ ایک بڑی بابرکت چیز ہے۔ اس پر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ خود اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ وہ مشورہ کیا کرے تو پھر دوسروں کے لئے یہ حکم کس قدر زیادہ تاکیدی ہو سکتا ہے''۔ جو اللہ کا رسول نہیں ہے خود جس کو اللہ تعالیٰ براہ راست بھی ہدایت دیتا ہے، ایسا شخص کیسے مشورہ سے احتراز کرسکتا ہے۔ ''آج کل لوگوں کا حال یہ ہے کہ یا تو مشورہ پوچھتے نہیں یا پوچھتے ہیں تو پھر مانتے نہیں''۔ یہ بات میرے تجربہ میں بھی آئی ہے۔ یہ نامناسب حرکت ہے یا تو مشورہ لیا ہی نہ کریں لیکن جب مشورہ لیا کریں تو اس کو قبول کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔ حضرتؑ صاحب نے فرمایا '' تو پھر ایسی بات کی لوگ سزا بھی پاتے ہیں۔ ایسوں کے حالات سے زیادہ تر وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عبرت حاصل کریں۔''

(بدر۔ جلد 7 ،نمبر 16 ۔صفحہ 14 ۔ بتاریخ 23 / اپریل 1908 ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ 1892ء کے دوسرے دن مؤرخہ 28 دسمبر 1892ء کو اشاعت اسلام کی اغراض کو پورا کرنے کے پیش نظر احباب جماعت کی مجلس شوریٰ منعقد کروائی جس کی روداد بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام

فرماتے ہیں:

’’پھر اس کے بعد 28 دسمبر 1892ء کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے معزز حاضرین نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ اور قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریاتِ اسلام کا جامع اور عقائدِ اسلام کا خوبصورت چہرہ معقولی طور پر دکھاتا ہو تالیف ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیج دی جائیں۔ بعد اس کے قادیان میں اپنا مطبع قائم کرنے کیلئے تجاویز پیش ہوئیں اور ایک فہرست ان صاحبوں کے چندہ کی مرتب کی گئی جو اعانت مطبع کیلئے بھیجتے رہیں گے۔ یہ بھی قرار پایا کہ ایک اخبار اشاعت اور ہمدردیٔ اسلام کے لئے جاری کیا جائے اور یہ بھی تجویز ہوا کہ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی اس سلسلہ کے واعظ مقرر ہوں اور وہ پنجاب اور ہندوستان کا دورہ کریں۔ بعد اس کے دعائے خیر کی گئی۔ آئندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعتِ اسلام اور ہمدردیٔ نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ اور طہارت اور اخلاقی حالات کے ترقی دینے اور اخلاق اور عادات دنیّہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے...... کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 615-616)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں ہونے والی مجالس شوریٰ کے متعلق فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احباب جماعت سے مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں ایک اور روایت حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ میں بعض امور جب پیش آئے تو آپ علیہ السلام سال میں دو تین چار بار بھی اپنے خدام کو بلا لیتے۔ پس مجلس شوریٰ جو سال میں ایک دفعہ منعقد ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت جو بھی امام ہو وہ صرف ایک ہی دفعہ مشورہ کر کے کافی سمجھے اس بات کو۔ جب بھی کسی اہم امر میں فیصلہ کرنا مقصود ہو تو فیصلے سے پہلے چھوٹی مجلس عاملہ بھی بلائی جاسکتی ہے۔ مشورہ کے لئے احباب جماعت میں سے جو اچھی رائے رکھنے والے صائب الرائے کہلاتے ہیں ان کا بلایا جاسکتا ہے اور خاص طور پر بلانے والوں میں عبادت کرنے والے اور امین لوگوں کو بلانا مناسب ہے۔

پس حضرت مفتی صاحب کی روایت کے مطابق سال میں دو تین چار بار بھی اپنے خدام کو بلالیتے کہ مشورہ کرنا ہے۔ کسی جلسے کی تجویز ہوتی تو یاد فرمالیتے۔‘‘ اور یہاں تک کہ ’’کوئی اشتہار شائع کرنا ہوتا تو (تب بھی) مشورہ طلب کر لیا کرتے تھے۔

جلسہ سالانہ 1892ء کے دوسرے دن 28 دسمبر 1892ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے یورپ اور امریکہ میں دعوت الی اللہ کے لئے حاضرین سے مشورہ طلب فرمایا۔ پس یورپ اور امریکہ میں جو تبلیغ اسلام ہو رہی ہے اور اس کے بڑے عظیم الشان پھل نکل رہے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ کے بعد کی بات نہیں ہے آپ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں ہی اپنی نسل ساری دنیا پر پھیلائی تھی اور خاص طور پر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں تبلیغ کے لئے اپنے احباب سے مشورہ طلب فرمایا تھا اور یہ آپ ہی کے اس مشورہ کا فیض ہے کہ آج دنیا میں ہر جگہ خصوصاً یورپ اور امریکہ میں جماعت بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 فروری 2001ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 مارچ 2001ء صفحہ 7)

شوریٰ کے اغراض و مقاصد کے بارہ میں

خلفائے سلسلہ احمدیہ کے ارشادات، فرمودات اور ہدایات:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' قرآن شریف کا حکم ہے کہ اَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ مشورہ کرنا ایسا پاک اصول ہے کہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور برکت عطا ہوتی ہے''

(الحکم 10 / اپریل 1908ء صفحہ 6 ۔ حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 549)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت کے اغراض و مقاصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں پھر توفیق دی کہ ہم ساری دنیا سے اختلاف رکھتے ہوئے آج اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ باقی دنیا کو جو اپنی مادی ترقی کے لیے مشورے کرتی اور دنیوی ترقی کے لیے اپنے دماغوں کو خرچ کرتی ہے دین کی دعوت دیں اور روحانیت کی طرف متوجہ کریں۔ باقی دنیا صرف دنیا کے لیے جد و جہد کر رہی ہے لیکن ہم خدا کے فضل سے اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ وہ نور وہ ہدایت اور وہ صداقت جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجی ہے اس کی ترقی کے لیے کوشش کریں، اس کی اشاعت کے لیے غور کریں اور اسے پھیلانے کے لیے تجاویز سوچیں اور ان کے ضمن میں جو مادی، تمدنی اور سیاسی باتیں پیدا ہوں ان پر غور کریں۔ لیکن اس لیے نہیں کہ اپنی ذات کے لیے کچھ حاصل کریں بلکہ اس لیے کہ ساری دنیا کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ کوئی نبی کی جماعت ایسی نہیں ہوسکتی جس کے کسی کام کی غرض محض اپنی ذات کو فائدہ پہنچانا ہو بلکہ اس کی ہر کوشش اور ہر کام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ دوسروں کی مشکلات کو دور کرے اور دوسروں کی بہتری اور بھلائی مدنظر رکھے۔ پس ہم بھی اگر نبی کی جماعت بننا چاہتے ہیں تو ہماری تمام کوششیں اور تدبیریں ایسی ہونی چاہئیں کہ ان سے سب دنیا کو فائدہ پہنچے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی احمدی ہو یا غیر احمدی، مسلم ہو یا غیر مسلم۔ سب کی خدمت اور سب کی بھلائی ہمارا فرض ہے کیونکہ مومن سب دنیا کا خدمت گزار ہوتا ہے۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جب دوسرے لوگ اس لیے جلسے کرتے ہیں کہ چھینا جھپٹی کرکے خود فائدہ اٹھائیں۔ ہم اس لیے جمع ہوتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم کریں۔ راستی اور انصاف پر دنیا کو کاربند کریں۔ پس ساری دنیا ہماری مخاطب ہے اور ہم ساری دنیا کی خدمت کرنے والے ہیں۔ اور یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 2,1)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں پھر ایک دفعہ اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اگر کوئی بات ماننی ہی نہیں تو مشورہ کا کیا فائدہ؟ یہ بہت چھوٹی سی بات ہے ایک دماغ سوچتا ہے تو اس میں محدود باتیں آتی ہیں اگر دو ہزار آدمی قرآن مجید کی آیات پر غور کرکے ایک مجلس میں معنی بیان کریں تو بعض غلط بھی ہوں گے مگر اس میں بھی تو کوئی شبہ نہیں کہ اکثر درست بھی ہوں گے۔ پس درست لے لیے جائیں گے اور غلط چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اسی طرح ایسے مشوروں

میں جو امور صحیح ہوں وہ لے لیے جائیں گے ایک آدمی اتنی تجاویز نہیں سوچ سکتا۔ ایک وقت میں بہت سے آدمی ایک امر پر سوچیں گے تو انشاء اللہ کوئی مفید راہ نکل آئے گی۔
پھر مشورہ سے یہ بھی غرض ہے کہ تمہاری دماغی طاقتیں ضائع نہ ہوں بلکہ قومی کاموں میں مل کر غور کرنے اور سوچنے اور کام کرنے کی طاقت تم میں پیدا ہو۔ پھر ایک اور بات ہے کہ اس قسم کے مشوروں سے آئندہ لوگ خلافت کے لیے تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خلیفہ لوگوں سے مشورہ ہی نہ لے تو نتیجہ یہ نکلے کہ قوم میں کوئی دانا انسان ہی نہ رہے اور دوسرا خلیفہ احمق ہی ہو کیونکہ اسے کبھی کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ ہماری پچھلی جماعتوں میں یہی نقص تھا۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو مشورہ میں شامل نہ کیا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے دماغ مشکلات حل کرنے کے عادی نہ ہوتے تھے اور حکومت رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی تھی۔ پس مشورہ لینے سے یہ بھی غرض ہے کہ قابل دماغوں کی رفتہ رفتہ تربیت ہو سکے تاکہ ایک وقت وہ کام سنبھال سکیں۔ جب لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے تو لوگوں کو سوچنے کا موقع ملتا ہے اور اس سے ان کی استعدادوں میں ترقی ہوتی ہے۔
ایسے مشوروں میں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے چھوڑنے میں آسانی ہوتی ہے اور طبیعتوں میں ضد اور ہٹ نہیں پیدا ہوتی۔''

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 60)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:
''اب میں شوریٰ کے فوائد بیان کرتا ہوں۔

1۔ کئی نئی تجاویز سوجھ جاتی ہیں۔
2۔ مقابلہ کا خیال نہیں ہوتا اس لیے لوگ صحیح رائے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
3۔ یہ بھی فائدہ ہے کہ باتوں باتوں میں کئی باتیں اور طریق معلوم ہوجاتے ہیں۔
4۔ یہ بھی فائدہ ہے کہ باہر کے لوگوں کو کام کرنے کی مشکلات معلوم ہوتی ہیں۔
5۔ یہ بھی فائدہ ہے کہ خلیفہ کے کام میں سہولت ہو جاتی ہے۔ وہ بھی انسان ہوتاہے اس کو بھی دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگوں کا رجحان کدھر ہے۔ یوں تو بہت نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ غلط راستہ پر نہ پڑ جائیں۔ مگر جب شوریٰ ہو تو جب تک اعلیٰ درجہ کے دلائل عام رائے کے خلاف نہ ہوں لوگ ڈرتے ہیں کہ اس پر عمل کریں اور اس طرح خلیفہ کی نگرانی میں سہولت ہو جاتی ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 16)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا:
''سب سے پہلے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مجلس جس کو پرانے نام کی وجہ سے کارکن کانفرنس کے نام سے یاد کرتے رہے ہیں کیا چیز ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا شیوہ یہ ہے کہ **اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** ص اپنے معاملات میں مشورہ لے لیا کریں۔ مشورہ بہت مفید اور ضروری چیز ہے اور بغیر اس کے کوئی کام مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس مجلس کی غرض کے متعلق مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسی اغراض جن کا جماعت کے قیام اور ترقی سے گہرا تعلق ہے ان کے متعلق جماعت کے لوگوں کو جمع کرکے مشورہ لیا جائے، تاکہ کام میں آسانی پیدا ہو جائے یا ان احباب کو ان ضروریات کا پتہ لگے جو جماعت سے لگی ہوئی ہیں تو یہ مجلس شوریٰ ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 4)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1967ء کی مجلس مشاورت کے افتتاحی خطاب کے دوران فرمایا:

''آپ یہاں کسی ذاتی غرض کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ آپ اپنی نفسانی خواہشات کو بھلا کر اور طبیعت کے میلان اور رجحان کو پیچھے چھوڑ کر دیانتداری کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد جذب کرتے ہوئے ان معاملات کے متعلق خلیفہ وقت کو مشورہ دیں جو اس وقت آپ کے سامنے ایجنڈا کے طور پر رکھے جائیں گے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967ء صفحہ 5 و 6 افتتاحی خطاب)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہمارے کام کی اور ہماری ذمہ داریوں کی شکل بدل رہی ہے۔ بدل چکی بھی ہے اور بدل رہی بھی ہے۔ اس واسطے یہ چیز کہ Routine کے مطابق ہماری مشاورت یہاں آکر بیٹھے، باتیں کرے اور چلی جائے اس کا دنیا کو کوئی فائدہ نہیں ۔ آپ نے دنیا کے مسائل کو حل کرنا ہے۔ اس کے متعلق سوچیں اور اصل میں تو خدا نے آپ کو Base بنا دیا ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1977ء غیر مطبوعہ صفحہ 19 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 23 فروری 2001ء صفحہ 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجلس (شوریٰ) ساری دنیا کے لئے نمونہ ہے۔ ہم اتنے اہم مشورے کے لئے جمع ہوں اور پھر غیر محتاط الفاظ ہمارے منہ سے نکل جائیں، یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ ترقی کرنے والی قوموں کی زندگی مسلسل غور و فکر اور عزم میں گزرتی ہے۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم پوری طرح فکر اور تدبر کرنے کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتی ہے اور اس پر وہ عمل کرتی ہے۔ ہمیں قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے کہ ایک وقت تم پر ایسا آتا ہے جب تم شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ پر عمل کر رہے ہوتے ہو۔ تم جماعت کی ترقی، اسلام کی ترقی اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے قیام کے لئے باہم مشورہ کر رہے ہوتے ہو۔ پھر ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب تم فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پر عمل کر رہے ہوتے ہو۔ یعنی کسی پختہ نتیجہ تک پہنچ جاتے ہو اور پھر تم اپنے وسائل کی طرف نظر نہیں کرتے بلکہ اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد خواہ وسائل تھوڑے ہوں خواہ زیادہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان عمل میں قدم رکھ دیتے ہو اور اس کے بعد تم ایک قدم پیچھے نہیں ہٹتے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1966ء صفحہ 80,79)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جماعت احمدیہ کی تربیت کے لئے مجلس شوریٰ بہت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی شخصیت کو زندہ رکھنے کے لئے، اس کی صلاحیتوں کی حفاظت کے لئے یہ نظام بہت ضروری اور بہت ہی اہم کام کرنے والا ہے۔ چنانچہ جتنے یورپ کے ممالک میں اور دوسرے ممالک میں بھی جن میں مجلس شوریٰ قائم ہو چکی ہے وہاں سے اطلاعیں مجھے ملتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جماعت میں ایک بالکل نئی زندگی، نئی تازگی اور نیا اعتماد پیدا ہو گیا ہے اور ترقی کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے۔''

(خطاب 9 / ستمبر 1922ء بمقام برسلز صفحہ 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 9 ستمبر 1992ء کو بیلجیم (Belgium) کی مجلس شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مجلس شوریٰ کا نظام جماعت کی زندگی کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آج سے آٹھ دس سال پہلے مجلس

شوریٰ کا نظام مرکزی طور پر جماعت میں تو قائم تھا اور وہیں بین الاقوامی مجلس شوریٰ کا بھی جلسے کے بعد انعقاد کر دیا جایا کرتا تھا یا مجلس شوریٰ میں بین الاقوامی تجاویز آجایا کرتی تھیں لیکن ہر ملک کی مجلس شوریٰ کا پہلے رواج نہیں تھا۔ تو میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ قرآن کریم نے مجلس شوریٰ پر غیر معمولی زور دیا ہے اور اسلامی نظام خلافت کے بعد یہ سب سے زیادہ اہم ادارہ ہے جس سے جماعت کی تربیت ہوتی ہے اسے ہر ملک میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جب سے یورپ اور مغرب اور افریقہ اور بعض دیگر مشرقی ممالک میں شوریٰ کا نظام جاری کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ غیر معمولی طور پر جماعت میں صحت اور توانائی کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ بہت سے فوائد کے علاوہ ایک تو مجلس شوریٰ میں شامل ہونے سے نظام جماعت کی ذمہ داری کے ساتھ براہ راست وابستہ ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ ہر ممبر جو مجلس شوریٰ کا ممبر بن کر تجاویز پر غور کرنے کے لئے مجلس شوریٰ میں شمولیت کرتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک بہت اہم ادارہ ہے جس میں اس نے حصہ ڈالا ہے اور اس کے ذریعہ ساری جماعت کی نمائندگی ہو جاتی ہے۔''

(خطاب فرمودہ 9 ستمبر 1992ء بمقام برسلز بلجیم قلمی برموقع شوریٰ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 16فروری 2001ء صفحہ 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس میں امید رکھتا ہوں کہ تمام دنیا میں مجالس شوریٰ انہی نصیحتوں کو پیش نظر رکھ کر جاری رہیں گی اور جاری کی جائیں گی۔ اور اعلیٰ اخلاق کی حفاظت کی جائے گی۔ کوئی بات اس طریقے پر نہیں کی جائے گی جس میں کسی قسم کا تلخی کا یا اپنے بھائی کی دل آزاری کا عنصر ہو۔ اور اگر کوئی سادگی یا نادانی یا ناتجربہ کاری سے ایسی بات کر دیتا ہے تو حوصلے کے ساتھ سن کر اسے سمجھانے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ جواباً آپ بھی پتھر پر پتھر ماریں اور سارا ماحول پراگندہ ہو جائے۔ پس میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ جو بہت ہی عظیم الشان نظام شوریٰ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دوبارہ ہمیں عطا کیا ہے یہ اتنا قیمتی نظام ہے کہ اس کی خاطر ہر بڑی سے بڑی قربانی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 1994ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''مشورہ لینے کا فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مختلف ماحول کے، مختلف قوموں کے، مختلف معاشرتی حالات کے لوگ، زیادہ اور کم پڑھے لکھے لوگ مشورہ دے رہے ہوتے ہیں پھر آج کل جب جماعت پھیل گئی ہے، مختلف ملکوں کے لحاظ سے ان کے حالات کے مطابق مشورے پہنچ رہے ہوتے ہیں تو خلیفہ وقت کو ان ملکوں میں عمومی حالات اور جماعت کے معیار زندگی اور جماعت کے دینی روحانی معیار اور ان کی سوچوں کے بارے میں علم ہو جاتا ہے ان مشوروں کی وجہ سے۔ اور پھر جو بھی سکیم یا لائحہ عمل بنانا ہو اس کو بنانے میں مدد ملتی ہے۔ غرض کہ اگر ملکوں کی شوریٰ کے بعض مشورے ان کی اصلی حالت میں نہ بھی مانے جائیں تب بھی خلیفۂ وقت کو دیکھنے اور سننے سے بہرحال ان کو فائدہ ہوتا ہے۔ مشورہ دینے والے کا بہر حال یہ فرض بنتا ہے کہ نیک نیتی سے مشورہ دے اور خلیفہ وقت کا یہ حق بھی ہے اور فرض بھی ہے کہ وہ جماعت سے مشورہ لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو فرمایا کرتے تھے کہ ''لَاخِلَافَةَ اِلَّا عَنْ مَّشْوَرَةٍ'' کہ خلافت کا انعقاد مشورہ اور رائے لینے کے بغیر درست نہیں۔ اور یہ بھی کہ خلافت کے نظام کا ایک اہم ستون مشاورت ہی ہے۔'' (کنز العمال کتاب الخلافۃ جلد 3 صفحہ 139)

تو جماعتی ترقی کے لئے اور کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے ایک انتہائی اہم چیز ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ قوم کی مشترکہ کوششیں ہوں تو پھر کامیابی کی راہیں کھلتی جاتی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 198, 199)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر ایک اور روایت ہے جس سے مشورے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا امر درپیش ہوا جس کے بارے میں وحی قرآن نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا تو ہم کیا کریں گے؟ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا ایسے معاملے کو حل کرنے کے لئے مومنوں میں سے علما کو یا عبادت گزار لوگوں کو جمع کرنا اور اس معاملے کے بارے میں ان سے مشورہ کرنا اور ایسے معاملے کے بارے میں فرد واحد کی رائے پر فیصلہ نہ کرنا۔'' (کنز العمال باب فی فضل حقوق القرآن جلد 2 صفحہ 340) اس حدیث کی طرف بھی جماعت کو توجہ کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جماعت میں ہمیشہ دینی علوم کے بھی اور دوسرے علوم کے بھی ماہرین پیدا فرماتا رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عباد الرحمٰن پیدا فرمائے اور ہمیں عبادالرحمٰن بنائے تاکہ خلیفہ وقت کو مشورہ دینے میں بھی کبھی دقت پیش نہ آئے اور ہمیشہ مشورے سن کر یہ احساس ہو کہ ہاں یہ نیک نیتی سے دیا گیا مشورہ ہے۔ یہ نیک نیتی پر مبنی مشورہ ہے۔ اور اس میں اپنی ذات کی کسی قسم کی کوئی ملونی نہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 199)